تفسیر سورۂ فاتحہ

"رسالۂ اوّل از یازدہ رسائل"

مصنّفہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ

مترجمہ حضرت مولانا قاضی احمد عبدالصمد صاحب فاروقیؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ اِيَّاكَ
نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۠

(آمِيْن)

تفسیر سورۂ فاتحہ از حضرت سیّد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ احمد عبدالصمد صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام نامی سید محمد بن سید یوسف الحسنی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نصیر الدین چراغ دہلی کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخبار میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"خلیفہ راستین شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی است۔ جامع ست میان سیادت وعلم وولایت۔ شانے رفیع ورتبتے منیع وکلام عالی دارد۔ اور امیان مشائخ چشت مشربے خاص ودر بیان اسرار حقیقت طریقے مخصوص است۔"

حقائق تصوف کے بیان میں سید ممدوح کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں ایک یہ سورہ فاتحہ کی تفسیر بھی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ جناب قاضی احمد عبدالصمد صاحب فاروقیؒ مرحوم نے کیا ہے۔ جن کو قلمی کتابوں کے ترجمہ کا بے حد شوق تھا۔ موصوف کا یہ حال تھا کہ جہاں کوئی قلمی رسالہ عربی یا فارسی زبان میں دیکھا اس کو اردو کا جامہ پہنایا۔ یہ ترجمہ اگرچہ لفظی ہے اور اس لیے اس میں وہ دلچسپی پیدا نہ ہوسکی جو آزاد ترجمہ کی خصوصیت ہے۔ تاہم چونکہ ایک بہت بڑے بزرگ کے واردات کا ترجمان ہے اس لیے قارئین مجلہ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ کہنے کو لفظاً یہ تفسیر ہے لیکن جیسا کہ طاش کبری زادہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ کلام الصوفیۃ فی القرآن لیس بتفسیر (قرآن کے بارے میں صوفیہ کی گفتگو تفسیر کی حیثیت نہیں رکھتی) بلکہ یہ ان کے واردات اور ذوق کی ترجمانی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا احمد عبدالصمد صاحب کے تراجم، رسالہ غوث اعظم مع شرحات جواہر العشاق مصنفہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ، حضرت ملوک شاہ صدیقی، امواج خوبی مصنفہ حضرت خواجہ خوب محمد چشتیؒ، بحر عشق مصنفہ حضرت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ۔ مکتوبات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ادارہ معارف اسلامیہ کراچی سے شائع ہوچکے ہیں اور قارئین کرام ان سے ناواقف نہ ہوں گے۔ (نعمانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

<u>بسم اللہ</u> : حقیقت الحقائق کے نام سے شروع کرتا ہوں وہی مستحق عبادت اور ساری قابلیات و کمالات آسمانی (ناسوتی و ملکوتی) اور صفاتی (جبروتی) کا جامع (جمع کرنے والا اور ملانے والا) ہے۔ قرآنی اسرار (رموز و نکات) فرقانی لطائف (نزاکتیں، باریکیاں، خوبیاں) دنیا اور دنیا والوں کا قیام و قرار، ان کا باقی رکھنا رکھا جانا اسی سے اسی کے لیے ہے۔

<u>الرحمٰن الرحیم</u>: وجود کا فیضان (خیر کا عام ہونا) اس کی مظہریت (ظاہر ہونے کی جگہ) جس کی بقا و تجلیات کی امداد سے اسی کی عطا کی ہوئی ایک نعمت ہے۔

<u>الحمد</u>: ازل سے ابد تک یعنی ابتدا کی ابتدا سے انتہا کی انتہا تک۔ اوّل سے آخر تک ہر طرح کی، ہر قسم کی جو بھی تعریف ہو سکتی ہے۔ یا جو بھی توصیف کی جاسکتی ہے وہ اسی کے لائق و سزاوار ہے۔ سب موجودات و ساری کائنات سے جو تعریف و توصیف منسوب کی گئی ہو یا کی جائے، ہوتی ہو یا ہو، وہ سب اسی کے لیے اسی کے شایان شان اسی کے لائق و سزاوار ہے۔

<u>للّٰہ</u> : خاص اسی ذات کے لیے مخصوص ہے۔ جو ہر صفت اور ہر خوبی سے موصوف و معروف ہے۔ جو سب اسماء (نام) سے مسمّٰی (پکارا گیا۔ نام والا) اور موسوم ہے (نام دیا گیا ہے)۔ جس قدر اور جتنے بھی موجودات پائے جاتے اور نہیں پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب اسمائے الٰہی (اللہ کے ناموں) کے مظاہر (ظاہر ہونے کی جگہ) ہیں۔ جو تعریف یا توصیف ان کی کی جائے یا جو نسبت بھی ان کو دی جائے کسی تاویل (ہیر پھیر) کے بغیر حقیقتاً وہ اسی کی تعریف ہے کیونکہ اس کے سوا کسی کا وجود ہی نہیں، کوئی موجود ہی نہیں، کسی کی نمود ہی نہیں۔ کوئی نمود ہی میں نہیں۔ سب کچھ اسی کا وجود، اُسی کی نمود ہے۔ وہی وہ ہے۔ اور اسی کے لیے ہے۔

<u>ربّ العٰلمین</u>: اپنے آپ کو تمثلات اور تعینات کے لباس میں ظاہر کرنے والا۔ عالم اعیان (باطنی) عالم اجسام (ظاہری) کا محبوب (محبت کیا گیا۔ پیارا معشوق) اور محب (محبت کرنے والا۔ پیار کرنے والا عاشق) کا اشارہ اور کنایہ

اسی کی طرف ہونے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہے ۔جو بھی ہے ۔ وہ ۔ وہی وہ ہے ۔اس کے سوا اور کوئی نہیں ۔ ومن یدع مع اللہ الٰھا آخر (جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور کو پروردگار ٹھہرا کر بلاتا ہے) لابرھان لہٗ (اس کے پاس اس کی کوئی دلیل اور سند نہیں)۔جو فرمایا گیا۔ یہ خود ایک کافی شہادت اور کھلی گواہی ہے۔ سچ ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی خدائی کا اقرار جھوٹ من گھڑت بات ہے۔ الوان مختلفۃ (قسم قسم کے ایک سے ایک جدا رنگ) اشکال متفنوّۃ (طرح طرح کی مختلف ایک دوسرے سے جدا شکل وصورت) کے باوجود خدائے تعالےٰ احد (ایک ہے اور ایسا ایک ہے جو گنتی کا ایک نہیں ۔ ایسے ایک کا دو نہیں)۔چنانچہ فرمان ہوتا ہے قل ھو اللہ احد (کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے)۔ سب کو یہ بھی بتلا دیجیے کہ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ (ایک ہے کوئی اس کا شریک وساتھی نہیں)۔ اس میں کچھ شک نہیں۔سچ ہے۔ہمارا ایمان ہے ۔ وہ خود بھی فرماتا ہے کہ انما الٰھکم اللہ واحدٌ (تمہارا پروردگار ایک ہے) یاد رہے کہ وہ ایسا یکتا ہے ۔ ایک ہے کہ جس کا دو نہیں ۔یعنی ایک ہی ایک ہے۔ دوسرے کا وجود ہی نہیں ۔ وہ اپنے آپ میں، اپنے ساتھ آپ ہی مشغول ہے ۔ اپنے ساتھ آپ ہی عشق کرتا ہے ۔کسی اور سے مشغول نہیں ۔ وہی وہ ہے۔ وہی اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ ھو الاوّل والآخر والظاھر والباطن (وہی اگلا وہی پچھلا وہی کھلا وہی چھپا) (یعنی پہلے کا پہلا پچھلے کا پچھلا ،کھلے کا کھلا ،چھپے کا چھپا) ہے۔ وھو بکل شیئٍ علیم (وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے ۔ہر چیز کو خوب جانتا ہے ۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے) کسی نے خوب کہا ہے اور سچ کہا ہے:

عشق است آنکہ در دو جہاں جلوہ می کند

گاہ از لباس شاہ وگہ از کسوت گدا

(عشق وہ ہے جو دو جہاں میں جلوہ گر رہا ہے ۔کبھی بادشاہ کے لباس میں کبھی فقیر کی گدڑی میں)

<u>الرحمٰن</u>: وہی وہ ہے ۔جو دوسرے مرتبہ میں وجود متوہم کی فنا کے بعد تجلی ملکوتی سے وجود بخشی کیا کرتا ہے۔حق سبحانہ وتعالےٰ نے اسی تجلی کا مذکور اپنے فرمان کذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض لیکون من الموقنین (اس طرح ہم نے ابراہیم کو ملکوت اعلیٰ اور ملکوت اسفل دکھایا (یعنی آسمان وزمین کی حقیقت بتائی) میں فرمایا۔سب کچھ اور ان کی حقیقت اس لیے انھیں بتلائی کہ وہ یقین سے ہو جائیں۔ ذرا سا بھی شک وشبہ ان میں باقی نہ رہے ۔

<u>الرّحیم</u>: جبروت کی تجلی کی بخشش کرنے والا۔ انتہائی مہربان۔ فیض باطن کا بخشنے والا ۔کہ جس فیض بخشی سے باطن (دل) کی آنکھوں میں انوار معانی کشف ہونے یعنی کھل جانے سے مشاہدہ (سامنے دیکھنے) میں آجاتے ہیں۔ دکھ جاتے ہیں ۔کسی کے ہمراہ کسی جگہ حاضر ہونا یا تھ آجانا میسر ہو جاتا ہے۔ اذا تمّ الفقر ھو اللہ (جب فقر پورا ہو گیا۔ کمال کو پہنچ گیا تو اللہ ہی اللہ ہے)۔جو کہا گیا وہ یہی امر، یہی راز یعنی بھید چھپی ہوئی بات ہے۔ ھو اللہ

فی السمٰوٰت والارض (وہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے) کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔ یہ وہ مشاہدہ ہے کہ وقت کے ہاتھ آجانے یعنی تنزل یعنی اس میں اتر آنے سے ہمیشہ کے لیے اس کا مشہود ہی مشہود رہتا ہے۔ یعنی ہمیشہ اس کا سامنا اس کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ یہ وہ مرتبہ وہ مقام ہے کہ جہاں وہم و گمان، شک و شبہ کا پتہ نہیں۔ بلکہ مفقود و گم) ہے۔ اس تجلی اور اس رتبہ میں غیر و غیریت کا وجود سالک کی نظر میں نہیں رہتا یعنی اس کو غیر دکھائی نہیں دیتا۔ وہ غیر و غیریت کو نہیں پاتا۔ سب کو عین دیکھتا دجانتا ہے، اس سے پہلے جو تجلی سالک پر ہوئی تھی۔ اگرچہ اس میں بھی مشاہدہ جمال ذی جلال شامل حال تھا لیکن مشہود کا آفتاب غروب ہوجاتا تو ایک قسم کی تیرگی یعنی دھندلاپن اور اندھیری وہم و گمان یعنی تزلزل سالک کے دل کے کنارے سے ظاہر ہوا کرتا تھا۔ وہ اس دوسری تجلی میں پیش نہیں آتا۔ اس مرتبہ میں آفتاب شہود کے لیے طلوع و غروب نہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی جلوہ نمائی میں ہوتا ہے۔

مالک یوم الدین : روز جزا یعنی بدلہ کے دن کا مالک یعنی خدا وند آقا، متصرف اور صاحب وہی ہے۔ جزاء سے سالک کی فنا کے وقت اس کی بے خودی مراد ہے جو عالم کثرت سے ہو جاتی ہے۔ یعنی جب سالک کو پہلی فنا سے فانی یعنی پہلی بار جب کچھ نہیں کر دیا جاتا ہے تو یوم تبدل الارض غیر الارض (اس دن یعنی اس تجلی میں زمین اور ہی زمین سے بدل جائے گی) کی اقتضاء اور بلحاظ اشرقت الارض بنور ربہا (چمک گئی۔ روشن ہوگئی زمین اپنے پروردگار کے نور سے) سالک کے وجود کونی (دنیادی جسم) کو اپنی جلوہ گاہ بناکر اس کی ہستی یعنی انیت کو بَرَزَ اللہ یعنی ظاہر ہوا (باہر آیا برآمد ہوا) کی تلوار سے کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ سرادقات عزت (بزرگی اور حرمت کے پردوں) کے پیچھے سے لمن الملک (آج کا دن کس کے لیے، آج کس کی حکومت، آج کس کی تجلی ہے) کی ندا دی جاتی ہے۔ جس نے سالک الاکل شیئ ماخلا اللہ باطل (اللہ کے سوا جو کچھ ہے۔ جو کہا کرتے ہیں وہ باطل یعنی سراسر جھوٹ ہے) کی شراب سے مست ہو کر جاء الحق و زھق الباطل (حق آگیا۔ باطل چل دیا) میں آجاتا ہے۔ تو حق ہی حق رہ جاتا ہے۔ باطل روانہ ہو جاتا ہے۔ اس حال میں لباس حق زبان حال سے للہ الواحد القہار (اللہ ہی کے لیے جو یکتا و یگانہ ضابط اور صاحب غلبہ و زور ہے) کہنے لگ جاتا ہے۔ روز جزاء کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہی وہ ہے جو متصرف باطن ہے۔ اوقات فنا فی اللہ میں بقاء باللہ عطا فرماتا ہے۔ جس کی بنا پر سالک اللہ تعالےٰ کی بقاء سے باقی رہتا ہے۔ لی مع اللہ وقت، (اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہے) کی عبارت کا منشاء بھی یہی ہے۔ کبھی وہ تنزل میں لاکر فنا کے دوام (ہمیشہ کی نفی، کچھ نہ ہونے) کے مشہود کی عطا سے سالک کو مستغنی (لاپروا) بنا دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ روز جزاء کے متصرف کا مطلب یہ ہو کہ وقتیہ مشاہدہ بعض کے لیے تھوڑا اور بعض کے لیے

بہت نصیب ہوتا ہے۔ وقت کے تواصل اور توالی (آملنے پے درپے ایک کے بعد ایک تجلی ہونے) سے مشاہدہ کے ایک جذبہ میں (ایک کشش میں)، رکھ کر ایک گروہ کو مسلوب العقل (عقل سے بے بہرہ) کر کے مجذوب و دیوانہ بنا دیتا ہے۔ عقل سے محروم کر دیتا ہے۔ الاان اولیاء اللہ لایموتون (اللہ کے دوست نہیں مرتے) سے جس کی خبر نہیں ملتی اطلاع ہوتی ہے —— یا یہ ہے کہ بدلہ کے دن سے مراد تجلی شہودی ہو۔ جیسا کہ تجلی شہودی سے بعض کو فنائے ناسوتی کے بعد بقائے ملکوتی عنایت فرماتا ہے۔ یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے سالک کے سلوک کے لحاظ و مناسبت سے درجہ و تفاوت کے موافق ہوتا ہے۔ اسی کے ہونے سے وحدت کا کثرت میں تماشا یعنی ہر چیز میں جب دیکھ لیتا ہے تو ما رایت شیئاً الا رایت اللہ قبلہ (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر دیکھا میں نے اللہ کو اس سے پہلے۔ یعنی پہلے اللہ کو دیکھا پھر وہ چیز دیکھی)، کا نعرہ مارتا ہے جب ہر تعین کی تجلی ہوتی ہے۔ تو تعین کے اعتبار سے جذبہ تجلی کے لحاظ سے انا اللہ (میں ہوں اللہ) اور انا الحق (میں حق ہوں)، کہنے لگ جاتا ہے۔ اس قسم کے اور اسی طرح کے اور بھی نعرہ لگاتا ہے۔ بعض وہ ہوتے ہیں جن کو ایسے وقت ایسی تجلی اس تعین میں بقائے جبروتی عطا ہوتی ہے جو مختلف طریقوں سے ثابت اور محقق ہوتی ہے۔ یعنی وہ کئی کئی طرح سے کئی کئی قسم سے ثبوت و تحقیق میں آجاتی ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے کہ جس میں سالک کے وقت کا عروج اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کو من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے پہچانا اپنے آپ کو اس نے پہچانا اپنے رب کو)، کہنا پڑتا ہے۔ جب کوئی سالک کسی مقام کو طے کر لیتا ہے تو عرفت ربی بربی (پہچانا میں نے اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار سے) اور ایسی ہی اور باتیں کہہ جاتا ہے۔ بعض سالک ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کو بقائے لاہوتی سے سرفراز کیا جا کر حیرت کے مقام میں رکھا جاتا ہے۔ تو اس مرتبہ میں رب زدنی تحیراً (اے میرے پروردگار میری حیرانی اور زیادہ کر)، کہنے لگ جاتا ہے۔ جب کوئی سالک بقاء باللہ کی خلعت معشوقی کا لباس پہن لیتا ہے تو غیر بینی یعنی غیر کا دیکھنا اس کی نظروں سے نکل جاتا ہے۔ غائبی (دوری)، حضوری (نزدیکی)، سے بدل جاتی ہے۔ غیبت (آنکھ سے اوجھل ہونے)، کی پستی (ذلت۔ کوتاہ بینی)، سے نکل کر خطاب کے حلقہ، گفتگو کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ اس کی مخاطبت میں بے اختیار ایاک نعبد (ہم تیری عبادت کرتے ہیں)، کہنے لگ جاتا ہے اور عبادت ہی میں رہتا ہے۔

<u>ایّاکَ نعبدُ</u>: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی جو کچھ خدمت، بندگی، عبادت ہم سے وجود میں آتی ہے۔ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ بظاہر اگرچہ ہماری طرف منسوب ہوتی ہے۔ ہماری کہی جاتی ہے۔ فی الحقیقت وہ تیری ہی ہے۔ تیرے ہی لیے ہے۔ تجھ ہی سے منسوب ہے۔ تیرے غیر کا وجود ہی نہیں۔ تو ہی تو ہے۔ چنانچہ شیخ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو بھی تو دوست رکھے۔ اپنا دوست بنائے۔ دوست جانے۔ سمجھ کہ تو نے اسی کو دوست رکھا۔ اسی کو دوست بنایا۔ جس طرف بھی تیری توجہ ہوتی ہے۔ یا تو متوجہ ہوتا ہے۔ سمجھ کہ

اسی کی طرف تیری توجہ ہے۔ اور اسی کی طرف تو متوجہ ہے۔ اگرچہ کہ تو یہ نہ جانے حقیقت یہ ہے کہ سب کے ساتھ جو دوستی ہوتی ہے۔ کی جاتی ہے۔ سب پر جو توجہ ہوتی ہے۔ یا کی جاتی ہے۔ وہ حقیقتاً اسی کے ساتھ اسی کی طرف ہوتی ہے :

میل جملہ خلق عالم تا ابد — گرشناسندت وگر نہ سوئے تست

ساری مخلوق کی توجہ ابد تک چاہے تجھ کو پہچانیں یا نہ پہچانیں تیری طرف ہے۔

جز ترا چوں دوست نتواں داشتن — دوستی دیگراں بر بوئے تست

جب تیرے سوا کسی کو دوست نہیں رکھا جا سکتا تو دوسروں کے ساتھ جو دوستی کی جاتی ہے وہ تیرے خوشبو سے ہے

وایاک نستعین : اثبات یگانگی میں ہم خاص طور سے تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اثبات و یگانگی یعنی دوستی و یکتائی کے ثابت و محقق ہونے سے، ثبوت و تحقیق پا جانے سے ذرا بھی شائبہ شرک جلی و خفی کا نہ ہونے سے ہم خصوصیت کے ساتھ تجھ ہی سے اعانت یاری کے طالب ہیں۔ مدد مانگتے ہیں۔ شرک جلی یہ کہ غیر کا نام زبان پر لائیں۔ عالم کو اس کا غیر جانیں۔ شرک خفی یہ کہ خطرہ غیر کو دل میں گذرنے دیں۔ آنے دیں۔ تاثیرات کو اشیاء کا اثر جانیں۔ مؤثر حقیقی سے غافل ہو جائیں۔ سبب و علت میں رہ جائیں۔ مسبب کو فراموش کر دیں۔ بھول جائیں۔ اس بارہ میں ایک حکایت کی جاتی ہے کہ جب سلطان العارفین یعنی خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی روح عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رجوع ہو کر ریاض قدس یعنی جنت کے باغوں میں پہنچی اور داخل ہو گئی تو ندا آئی، ہمارے لیے کیا تحفہ لے آئے۔ آپ نے عرض کیا۔ خداوندا! تیری بارگاہ کے لائق کیا لا سکتا ہوں۔ کچھ بھی نہیں لایا۔ اس قدر عرض کر سکتا ہوں کہ میں نے کبھی شرک نہیں کیا تو خطاب ہوا کہ بات ایسی نہیں۔ ذرا یاد کرو۔ ایک رات تم نے دودھ پیا تھا۔ تمہارے پیٹ میں درد ہوا تھا۔ تم نے یہ کہا تھا۔ دودھ پینے سے درد ہوا۔ تم نے درد کی نسبت دودھ کی طرف کی۔ ہائے رے ہائے کیا کہا جا سکتا ہے۔

از در خویش مرا بر در غیرے بردی — باز گوئی کہ چرا بر در غیرے گذری

(اپنے دروازے سے خود مجھ کو دوسرے کے دروازے پر لے گیا۔ اور یہ کہتا ہے کہ کیوں دوسروں کے دروازہ پر گیا)

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر — سوی اللہ واللہ مافی الوجود

(غیر کہاں، کون غیر، غیر کا اثر کب، قسم اللہ کی اللہ کے سوا کوئی وجود میں نہیں)

اللہ ہی اللہ ہے سب کا پیدا کرنے والا۔ سب میں تصرف کرنے والا۔ اللہ ہی ہے۔ سب کچھ اس کا ہے۔ بلکہ وہی وہ ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں التصوف شرک، لانہ صیانۃ القلب عن الغیر ولا غیر (تصوف شرک ہے یعنی

غیر ٹھیرا نا دوئی قرار داد کرتا ہے۔ غیر کا وجود ہی نہیں، جس کو تم غیر کہتے یا سمجھتے ہو وہ اسی کا نور ظہور ہے۔ چنانچہ ایک محقق فرماتے ہیں:

یک عین متفق کہ جز او ذرہ نبود   چوں گشت ظاہر ایں ہمہ اغیار آمدہ

(سب کا مانا ہوا ایک ہے جس کے سوا کوئی اور نہیں۔ جب وہ ظاہر ہو گیا تو یہ سب غیر کی صورت میں نکل آئے)

اللّٰھمّ انی اعوذ بک منک (اے پروردگار میں تیری پناہ تجھ سے چاہتا ہوں۔ تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیری مدد تجھ سے چاہتا ہوں۔ تیرا ہی سہارا لینا چاہتا ہوں۔ تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں) ہوش میں آؤ۔ سمجھ جاؤ کہ جہاں یعنی ساری کائنات یعنی اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ غیر نما ہے غیر کی جیسی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن وہ غیر نہیں وہی وہ ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں:

رہنمایم باش و تو انم بتر سے   در دو عالم تختہ جانم بشوئے

(میرا راستہ بتلانے والا ہو جا۔ میری قفل کو دھو ڈال۔ میری جان سے دونوں عالم کا نقش دھو ڈال۔

اھدنا الصراط المستقیم (ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ سیدھی راہ کی رہبری کر۔ سیدھی راہ پر سیدھی طرح سے چلا۔ ہیر پھیر میں نہ ڈال۔ سیدھی راہ کونسی ہو سکتی ہے وہ یہی ان ربی علیٰ صراط مستقیم (میرا پروردگار ہی سیدھی راہ پر ہے) خوب سمجھ جاؤ کہ یہ سارے مظاہر (جائے ظہور) چاہے وہ جلالی ہوں یا جمالی سب اسی کے مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) ہیں۔ سب مظاہر میں وہی ظاہر اور ظہور کیا ہوا ہے۔ ہادی اور مضل (راستہ بتلانے والا۔ ہدایت کرنے والا۔ راستہ سے بھٹکانے والا۔ گمراہ کرنے والا) وہی ہے۔ البتہ ان ناموں میں اس کی فعالیت سے وہ فاعل ہے۔ متصرف حقیقی وہی ہونے سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ فاعل حقیقی ایک ہے۔ ایک کے سوا کوئی اور نہ ہونے سے لامحالہ یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ فعل میں بھی اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے "واللّٰہ خلقکم وما تعملون" (اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کہ تم کرتے ہو یعنی تمہارے افعال کو) تم کو اور اسی راز کو کھولتا ہے:

ہیچ جائے نیست کہ عکس رخ او پیدا نیست   جرم آئینہ بود گر نہ بود عکس پذیر

(کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے چہرہ کا سایہ ظاہر نہ ہو۔ آئینہ کا قصور ہے اگر وہ عکس نہ دے)

استغفر اللّٰہ۔ استغفر اللّٰہ۔ واتوب الیہ۔ اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ کی مغفرت میں آتا ہوں۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہوں۔ اٰمنت باللّٰہ (ایمان لایا ہوں اللہ پر) یعنی ذات اور مطلق حقیقی پر ایمان لایا کہ وہ لوث کثرت (بہت ہونے کے داغ دھبہ) سے منزہ (پاک و مبرا) ہے۔ یعنی زیادہ تعداد میں ہونے کے داغ دھبہ، میل کچیل سے پاک و صاف بے داغ دھبہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تقیدات و تعینات کے باوجود یعنی قیود و اعتبارات کے ہوتے ہوئے بھی وہ "الاٰن کما کان" (جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے ویسا ہی رہے گا) ہے۔

اپنے اطلاق کی صرافت میں نرالا ہے۔ (قید سے پاکیزگی میں نرالا ہے۔ یہ پاکیزگی اس کی ایسی پاکیزگی ہے کہ وہ اپنی پاکیزگی میں اپنے حال میں آپ ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ان اللہ غنی عن العالمین (اللہ دونوں جہان سے لاپرواہ ہے) خاص صفت مخصوص تعریف و توصیف اس کے لیے سزاوار ہے۔ ملائکتہ وکتبہ ورسلہ (اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لے آیا)۔ اس پر بھی ایمان لے آیا کہ سارے تعینات و تکثرات یہ ساری "درتی" سب اس کے مظاہر ہیں۔ وہی وہ ہے کہ اس لباس میں ملبس (لباس لے کر) ہو کر بہت سارے لباس میں تجلی فرمائی۔ خوب یاد رہے کہ اس کا غیر عدم محض یعنی ہے ہی نہیں۔ ھو ھو لیس الا ھو (وہی وہ ہے۔ کوئی اور نہیں۔ وہی وہ ہے) اس کو غور سے سمجھ اچھی طرح سے پاؤ کہ سب اسی کی بود و نمود ہے:

اندر آئینۂ جہاں منگر تا بہ بینی ہمیں زماں رو شوم

(دنیا کے آئینہ میں دیکھو۔ تاکہ اس کو اسی وقت کھلا دیکھو)۔

ذرا غور کرو۔ ہمیشہ مشاہدہ کے طوفان میں ہوتے ہوئے بھی یہ کیسی اچھی حیرت و حیرانی ہے کہ جس میں یہ کہتا ہے کہ تیری بھویں میرا قبلہ ہے۔ میں کھویا ہوا سجدہ کروں تو کہاں کروں۔ جلالی و جمالی مظاہر سالک کی نظر میں اپنی نظر وحدت میں ایک کے سوا منظور نظر نہیں رہتے۔ سب کو ایک دیکھتا ہے۔ اس مرتبہ میں شریعت کی رعایت مراتب کی پاسداری اس کی حفاظت بڑی کٹھن چیز ہے۔ انتہائی جوانمردی کا کام ہے۔ اس کے شہود کے ہاتھ آنے سے پہلے سالک کے لیے ساری چیزیں حق کا حجاب تھیں۔ اس شہود کے نصیب ہو جانے کے بعد حق تعالے سب چیزوں کا حجاب بن گیا ہے۔ ہائے رے ہائے۔ کیا کر سکتے ہیں۔ کیا کیا جا سکتا ہے۔ کرنا ہی پڑتا ہے اور کر کے ہی رہتے ہیں۔ شریعت کی رعایت، مراتب کی حفاظت اولیاء محفوظ کا طرۂ امتیاز اور طغرائے خاص ہے۔

<u>صراط الذین انعمت علیھم</u>: ان کا راستہ جنھیں تو نے اپنے انعام اور اپنی نعمت دیدار سے مشرف و سرفراز اور مشاہدہ سے بانصیب فرمایا۔ ہمیں ان میں شامل کر کہ جنھوں نے دیدار کی نعمت، مشاہدہ اور مکاشفہ کی دولت نصیب ہونے کے باوجود شریعت کی پاسداری و رعایت، مراتب کی نگہبانی و حفاظت کی۔ طریقت باطن کی فضیلت ارادت علمی کی بزرگی کے سارے احوال عطا کر کے وجہ کمال (انتہائی خوبی) کے ساتھ فرائض کی ادائیگی، احکام کی بجا آوری کی قوت عطا فرمائی، وہ ہمیں بھی عطا فرما۔ وہ ایسے تھے کہ جن کے دلوں پر مشاہدات انتہائی عنایت کی گھٹائیں پے درپے پہنچتے رہنے کے باوجود امتثالاً لامر اللہ واجتنابا للنواہی یعنی قبول حکم و تعمیل حکم میں سعی بلحاظ حکم کام کرتے تھے۔ کام کرنے کا حکم کرتے تھے۔ اس کام میں رہتے تھے منع کیے ہوئے سے اپنے آپ کو بچائے رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی بچاتے تھے۔ بچنے کا حکم کرتے تھے۔ سارے احکام شریعت فرائض، واجبات، آداب و سنن کو اچھی طرح سے ادا کیا کرتے تھے۔ کبھی مغلوب الحال نہ ہوتے تھے۔

حالی کے دباؤ میں نہ آتے تھے۔ "تکلم الناس علی قدر عقولہم" (بات کرو لوگوں سے ان کی سمجھ کے لحاظ سے) کے فرمان کے مطابق ہمیشہ نصیحت و فہمائش کیا کرتے تھے۔ یہ یاد رہے کہ جب بزرگ ہستیاں بلند مرتبہ کی ہوتی ہیں وہ اسی طرح بجا آوری کیا کرتی ہیں۔ جنھیں اصحا (ہوش مند) کہتے ہیں۔ یہ وہ کمال ہے جس کو "تمکین" رتبہ بالغ ثبوت" کہا جاتا ہے۔

غیر المغضوب علیہم: ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں نہ چلا۔ جو ہمیشہ جلالی تجلی میں رکھ چھوڑے گئے ہیں۔ اور رہا کرتے ہیں۔ یہ تجلی عقل کو زائل کر دیتی ہے ہستی کو توڑ دیتی ہے۔ ہمیں ایسا بھی نہ کر کہ جنھیں تو نے جذبہ میں رکھ کر مجذوب بنا کر تمکین کے حظوظ اور ان کے فائدوں سے محروم کر رکھا ہے۔ یہ سچ ہے اور سب کی مانی ہوئی بات ہے کہ سالک ہر مرتبہ میں سب سے لاپروا رہتا ہے۔ تجلی جلالی میں ڈوبا ہوا اپنے آپ میں مگن رہتا ہے۔ زکوٰۃ (اپنی کمائی میں سے کسی کو کچھ دینا) کی ادائیگی برکات الوہیت (خدائی کی برکتیں) اور ایصال خیر (دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے) طالبین کو نفع پہنچانے کا موقع نہیں پاتا۔ ہر بات ہر چیز سے لاپروا رہتا ہے۔ اپنے آپ ہی میں ڈوبے ہوئے ہوتا ہے۔

ولا الضالین: نہ ایسے لوگوں کا راستہ جنھوں نے راستہ کھو دیا۔ بھٹک گئے۔ وقتیہ لاپروائی نے جنھیں گھیر لیا۔ ترقی و طلب سے روک رکھا۔ ہر شئ کو ان کا بت بنا دیا:

نہ انتظار لقائیش بروجہیست کہ مرا — کہ در مقابل چشم ہمیشہ صورت اوست

(اس کے دیکھنے کا انتظار مجھ کو اس لیے نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کی صورت میری آنکھوں کے سامنے ہے)

لیکن محققین کا کہنا یہ ہے کہ:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں — بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

(نہ تو اس کے حسن کی انتہا ہے نہ سعدی کے بیان کی کوئی مقررہ حد ہے۔ پیاس کی بیماری سے پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح رہتا ہے)۔

اہل تمکین یہ کہتے ہیں:

ہزار ساغر دریا اگر بہ بادہ کشم — ہنوز ہمت ما بادۂ دگر خواہد

(اگر لاکھوں دریا پیالہ شراب میں پی جائیں۔ پھر بھی ہماری ہمت اور شراب مانگتی ہے)

آمین: ایسا ہی ہمارے ساتھ ہو۔ ہمیں یہ نصیب ہو بحرمت النبی وآلہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے حرمت و طفیل میں۔ وصلی علی خیر خلقہ (درود و سلام بہترین مخلوق پر)۔ فقط تمت الترجمہ۔ ۷ رجب ۱۳۶۷ھ

نقل کراچی دسمبر ۵۲ء